

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر و برزخ کی حیات کے متعلق اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے کئی اجزاء ہیں

1: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔

(لطائف قاسمی مجتہبی: ص 4)

2: ان حضرات کے ابدان مقدسہ محفوظ ہیں۔ ان کو زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی

3: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیوی وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں جسد عنصری سے تعلق روح زندہ ہیں

4: اسی تعلق کی وجہ سے وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

5: حضور صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس پہ پڑھا جانے والا درود و سلام خود سنتے ہیں، دور سے پڑھا جانے والا درود بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے۔

فائدہ: اس حیات کے کئی نام ہیں:

- حیات دنیوی، جسمانی
- حیات حسی
- حیات روحانی
- حیات برزخی

ہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کو دنیوی جسمانی حیات کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر کو حاصل ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حیات طیبہ لجمع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔

حیات حسی کا معنی یہ ہے کہ قبر و برزخ میں پیش آنے والے احوال کو یہی جسم محسوس کرتا ہے۔

حیات روحانی کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں احوال اصالتاً روح پہ آتے ہیں نہ کہ جسم پہ۔

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں،

یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں ”حیات برزخی“ کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ بحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدن برزخی میں ہو۔

## دلائل اہل السنۃ والجماعت:

### آیت نمبر 1:

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ.

(سورۃ البقرہ: 154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ انہیں زندہ کہو، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَأَنَّ أَخْلَفَ بِاللَّهِ تَسْعًا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَخْلَفَ وَاحِدَةً وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اخْتَذَهُ نَبِيًّا وَجَعَلَهُ شَهِيدًا

مسند احمد حدیث نمبر 3617، المستدرک 4394

### مستدللین:

• حافظ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) لکھتے ہیں:

وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُمْ أَحْيَاءُ مِنْ حَيْثُ النُّقْلُ فَإِنَّهُ يَقْوِيهِ مِنْ حَيْثُ النُّظَرُ كَوْنُ الشُّهَدَاءِ أَحْيَاءَ بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَالْأَنْبِيَاءِ أَفْضَلُ مِنَ الشُّهَدَاءِ.

(فتح الباری: ج 6 ص 595 باب قول اللہ واذ کرنی الکتاب مریم)

ترجمہ: جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (وہ اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں (توان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہوگی)

• قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م 1225ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والحق عندی عدم اختصاصها بهم بل حیوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهوراً آثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد. (تفسير مظہری: ج 1 ص 152)

ترجمہ: میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

• حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) فرماتے ہیں:

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔“

(بیان القرآن: ج 1 ص 97، معارف القرآن: ج 1 ص 397)

## آیت نمبر 2:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

(سورة آل عمران: 169)

**ترجمہ:** جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

• اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی (م 902ھ) لکھتے ہیں:

ومن ادلة ذلك ايضا قوله تعالى: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له صلى الله عليه وسلم على اتم الوجوه لانه شهيد الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغيرهما رضى الله عنهم بانه صلى الله عليه وسلم مات شهيدا

(القول البدیع: ص 173 تحت العنوان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

**ترجمہ:** اور (حیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کی موت عطا ہوئی ہے۔

• سبحان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ت 1379ھ فرماتے ہیں:

یہ یقینی ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عالم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں: ایک انبیاء کی زندگی ہے ایک وہ زندگی ہے جو شہداء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو علماء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو حافظ قرآن کو حاصل ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ہے۔ انبیاء کی زندگی اتنی قوی ہے کہ اس کا اثر اس عالم میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً ان کی بیویوں سے نہ کرنا، ان کے ورثہ کا تقسیم نہ ہونا، ان کے جسم کا قبر میں محفوظ رہنا (ان کی ارواح کا جسم کے ساتھ قائم رہنا) قبر پر جا کر سلام کرنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا۔۔۔ الخ

تفسیر کشف الرحمن: سورة آل عمران آیت 169

## آیت نمبر 3:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(الانفال 33)

• اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے۔۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔

معارف القرآن ج 4 ص 225

## آیت نمبر 4:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○  
إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○

(سورة الحجرات: 2، 3)

**ترجمہ:** اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

• مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی (م 1409ھ) فرماتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حی (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن تکرار ج: 7 ص 487)

## احادیث مبارکہ

### حدیث نمبر 1:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ.

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ص 658 رقم الحدیث 3425 من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ج 3 ص 379 بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث 3412، حیات الانبیاء للبیہقی: ص 70، الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج 2 ص 490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ، شفاء القمام للسیکی: ص 391 الفصل الاول فیما ورد فی حیات الانبیاء)

### تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

• علامہ علی بن ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 807ھ) مجمع الزوائد ج 8 ص 386 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث 13812 کے

تحت فرماتے ہیں:

☆ رجال ابی یعلیٰ ثقات

**ترجمہ:** امام ابویعلیٰ کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

• حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م 852ھ) فتح الباری ج 6 ص 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم

کے تحت فرماتے ہیں:

☆ وصحہ البیہقی۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام بیہقی سے صحیح قرار دیا ہے۔

- علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) وفاء الوفاء ج 4 ص 1352 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلة الزیارة کے تحت فرماتے ہیں:

☆ ورواہ ابو یعلیٰ بر جال ثقات ورواہ البیہقی وصحہ

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا

ہے۔

- ملا علی قاری حنفی (م 1014ھ) شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج 3 ص 415 باب الجبۃ کے تحت فرماتے

ہیں:

☆ صحیح خبر الانبیاء احياء فی قبورہم۔

ترجمہ: حدیث ”الانبياء احياء فی قبورہم“ صحیح ہے۔

- علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1031ھ) فیض القدير شرح الجامع الصغير ج 3 ص 239 رقم الحدیث 3089 کے تحت فرماتے

ہیں:

☆ وهو حدیث صحیح۔

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

- شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی (م 1052ھ) مدارج النبوة ج 2 ص 527 مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے تحت فرماتے ہیں:

☆ ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: الانبياء احياء فی قبورہم۔ (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

- علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م 1070ھ) السراج المنیر شرح الجامع الصغير ج 2 ص 134 فرماتے ہیں:

☆ وهو حدیث صحیح

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

- علامہ محمد انور شاہ کشمیری حنفی (م 1352ھ) فیض الباری ج 2 ص 64 باب رفع الصوت فی المسجد میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن

حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔

- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1369ھ) نے فتح الملہم ج 1 ص 329 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاة الخ میں اس حدیث

کی تصحیح کی ہے۔

- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کا ندھلوی حنفی (م 1402ھ) فضائل درود شریف: ص 67 دوسری فصل، میں حدیث نمبر 3

کے تحت فرماتے ہیں:

☆ ”اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔“

- ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م 1430ھ) تسکین

الصدور ص 222 میں فرماتے ہیں:

☆ امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی

حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

## چند سوالات

### سوال نمبر 1:

اس حدیث سے موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں حیات ثابت ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے

1: "ثم انکم یوم القیامة تبعثون" کے مطابق قیامت سے پہلے حیات نہیں ہوتی چنانچہ تبعثون کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی فرماتے ہیں

"تحيون للجزاء"

2: سورة مریم کی آیت "والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں "فی الدنیا حیا و فی القبر میتا"

جواب:

پہلی آیت:

موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں جو حیات ملتی ہے یہ حیات ظاہری نہیں بلکہ خفی ہوتی ہے اور یہ حیات کلی بھی نہیں ہوتی نظر آنے والی اور کلی حیات قیامت کے دن ملے گی سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی ت 1015ھ فرماتے ہیں

واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله يخلق في المیت نوع حیوة فی القبر قدر ما یتألم ویتلذذ

شرح الفقہ الاکبر ص 121

اور قیامت سے پہلے قبر میں حیات کا ماننا قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے

يُخَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

[ابراہیم 27]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو دنیا کی زندگی میں اور موت کے بعد قبر میں بھی کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں اور ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ {ان کے اعمال کی وجہ سے} سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر:

وأخرج البزار عن عائشة قالت: قلت يا رسول الله تبثلى هذه الأمة في قبورها فكيف بي وأنا امرأة ضعيفة قال يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة

[الدر المنثور ج 8 ص 525]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہوگی میں تو کمزور سی عورت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة"

اکثر مفسرین نے اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کر کے اعادہ و تعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے

سوال میں چونکہ امام نسفی کی تفسیر مدارک کا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے ہم صرف امام نسفی کی تفسیر مدارک کی عبارت ذکر کئے دیتے ہیں۔

الجمہور علی أن المراد به في القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب فعن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكر قبض روح المؤمن فقال "ثم تعاد روحه في جسده"

تفسیر مدارک ج 1 ص 452

ترجمہ: جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں آخرت سے مراد قبر میں جواب کی تلقین اور کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی ہے چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مومن کی روح کے قبض ہونے کا تذکرہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ پھر اس کے جسم میں اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

### دوسری آیت:

اس آیت {وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا} میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر مستتر "انا" ذوالحال ہے اور "حَيًّا" حال ہے۔ پہلے حال و ذوالحال کے متعلق ایک قاعدہ سمجھ لیں تاکہ آیت کا مطلب سمجھنا آسان ہو جائے:

قاعدہ یہ ہے کہ حال کا زمانہ اور فعل ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ ہے: جَاءَنِي زَيْدٌ رَاكِبًا۔ اس مثال میں "زید" ذوالحال ہے، "مییّت" فعل ہے اور "رَاكِبًا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ زید کے راکب (سوار ہونے) اور اس کے فعل مییّت (آنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت زید آ رہا تھا اس وقت سوار تھا۔ اس سے پہلے سوار تھا یا پیدل تھا اس بات کی وضاحت سے یہ جملہ خاموش ہے۔

اس اصول کی روشنی میں آیت کا معنی سمجھیں۔ آیت ہے:

{وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا} اس میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر "انا" ذوالحال ہے، "بعث" فعل ہے اور "حیا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حی (زندہ) ہونے اور ان کے فعل بعث (یعنی اٹھنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ رہے ہوں گے اس وقت "حی" ہوں گے۔ اس سے پہلے "حی" ہوں گے یا "میت" اس بات کی وضاحت سے یہ آیت خاموش ہے۔

فریق مخالف کا استدلال تو اس وقت درست ہو گا جب یہ ثابت ہو کہ اٹھنے سے پہلے "میت" ہوں اور وہ ثابت نہیں.... لہذا فریق مخالف کا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔

رہی بات امام قرطبی کی تفسیر "فی القبریتا" کی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا کے اعتبار سے قبر میں میت ہوں گے اس لئے کہ قبر میں حیات تو ہوتی ہے لیکن نظر آنے اور محسوس ہونے والی حیات نہیں ہوتی۔ اس سے مطلق حیات کی نفی کرنا "توجيه القول بما لا يرضى به القائل" کا مصداق ہے اس لئے کہ امام قرطبی کی اسی تفسیر الجامع لاحکام القرآن اور التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرة میں کئی عبارت ایسی موجود ہیں جن سے قبر میں اعادہ روح، سوال و جواب، سماع وغیرہ ثابت ہوتا ہے صرف ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے امام قرطبی کا عقیدہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

الإيمان بعذاب القبر وفتنته واجب والتصديق به لازم حسب ما أخبر به الصادق وأن الله تعالى يحب العبد المكلف في قبره برد الحياة إليه و يجعله من العقل في مثل الوصف الذي عاش عليه ليعقل ما يسأل عنه وما يجيب به ويفهم ما أتاه من ربه وما أعد له في قبره من كرامة أو هوان وبهذا نطق الأخبار عن النبي المختار صلى الله عليه وسلم وعلى آله أناء الليل وأطراف النهار وهذا مذهب أهل السنة والذي عليه الجماعة من أهل الملة ولم تفهم الصحابة الذين نزل القرآن بلسانهم ولغتهم من نبيهم عليه السلام غير ما ذكرنا وكذلك

التذكرة ج 1 ص 137 عنوان الرد على الملحدة

وضاحت: قبر کے ثواب و عذاب کو ماننا واجب اور حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تصریحات کے مطابق قبر کے احوال کی تصدیق کرنا ضروری ہے بیشک اللہ تعالیٰ مکلف آدمی کی طرف روح لوٹا کے قبر میں حیات عطا فرماتے ہیں {ہم نے رد حیات کا معنی اعادہ روح امام قرطبی کی دیگر عبارات کی روشنی میں کیا ہے} اور انسان جس حالت میں دنیا کی زندگی گزار کے جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق قبر میں اسے عقل عطا فرماتے ہیں تاکہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے ملائکہ کے سوال و جواب کو سمجھے اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قبر میں عزت و ذلت {ثواب و عذاب} تیار کی ہے اسے سمجھے اس عقیدہ پہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں اور اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے قرآن براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا انہوں نے بھی قرآن و صاحب قرآن سے یہی عقیدہ سمجھا اسی طرح تابعین سے لیکر ہمارے دور تک اسلاف کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے

اس کے بعد امام قرطبی نے احادیث ذکر کر کے قبر کی حیات ثابت کی ہے ان میں حضرت براء بن عازب کی مشہور حدیث "فتعاد روحہ فی جسدہ" بھی شامل ہے۔ معلوم ہوا آپ کا موت کے بعد حیات سے متعلق وہی عقیدہ ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے ان کی صرف ایک عبارت کو دیکھ کر ان کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں۔

## سوال نمبر 2:

اس حدیث میں وفات کے بعد قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ قرآن مجید میں موت تک عبادت کا حکم ہے "واعبد ربك حتى ياتيكَ اليقين"

## جواب:

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

عبادت کی دو قسمیں ہیں

1: عبادت تکلیفی؛ جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور وہ عبادت بندہ اپنے اختیار سے کرے اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوٰۃ و حج وغیرہ

2: عبادت تلذذی؛ جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کے کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں عبادت تکلیفی کا ذکر ہے جبکہ حدیث پاک میں عبادت تلذذی کا۔

اور یہ عبادت تلذذی صرف قبر میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگی جس میں اہل جنت اللہ کی تعریف کریں گے توحید بیان کریں ایک دوسرے کو سلام کریں گے وغیرہ

وکیل حنفیت علامہ بدرالدین عینی ت 855ھ حدیث پاک جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا مذکور ہے اس پہ سوال و جواب ذکر کر کے یہی عقدہ حل فرماتے ہیں

فان قلت ما الداعي الى عبادتهم بعد الموت وموضع العبادة دار الدنيا قلت حبيت اليهم العبادة فهم متعبدون بما يجدونه من دواعي انفسهم لا بما يلزمون به



(عمدة القاری شرح بخاری باب التلبیہ اذا انحدرت فی الوادی)

مفہوم عبارت: اگر کوئی سائل سوال کرے کہ انبیاء موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں جبکہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنادیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ تکلفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے"

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب ص 220 فصل نمبر 28

### سوال نمبر 3:

یہ روایت صحاح ستہ میں موجود نہیں اگر صحیح ہوتی توائمہ صحاح اسے نقل فرماتے

### جواب:

حدیث پاک کو لینے کے لئے اس میں شرائط قبولیت کا پایا جانا ضروری ہے کسی خاص کتاب میں ہونا ضروری نہیں اگر اس سوال کی بنیاد دیانت ہے تو ایسی روایات صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں جن سے قبر کی حیات اور بعض سے قبر میں عبادت بھی ثابت ہوتی ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

### سوال نمبر 4:

اس روایت کو چوتھی صدی کے بزرگ ابویعلیٰ موصلی نقل کر رہے ہیں جو کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کے بارے میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب راہ سنت ص 165 پر تحریر کیا کہ اس طبقہ کی روایات سے عقیدہ اور عمل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

### جواب:

میرے استاذ محترم امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی مکمل عبارات کو اگر دیکھا جائے تو یہ اشکال جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے حضرت کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں

1: ایک جگہ اہل بدعت کی تردید میں فرماتے ہیں "یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں جن میں بجز باسناد اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔"

راہ سنت ص 173

2: دوسری جگہ اس طبقہ کی کتب میں مروی روایات کے بارے فرماتے ہیں "ہاں اگر اصول حدیث کے رو سے اس طبقہ کی کوئی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔"

گلدستہ توحید ص 144

اور حدیث الانبیاء اہیاء فی قبور ہم یصلون سند کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے

3: تیسری جگہ فرماتے ہیں "نوٹ: اگر ان مذکورہ کتب میں کوئی ایسی روایت ہو جو سنداً صحیح ہو اور قرآن کریم اور صحیح احادیث سے متعارض نہ ہو اور علی الخصوص جب کہ اکثر امت اور جمہور اہل اسلام کا اس پر تعامل بھی ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ یہ بات محل نزاع ہے اس لیے خلط بحث کا شکار نہ ہوں اور نہ جاہل متعصب معترضین کی طرف توجہ کریں۔"

دل کا سرور ص 175

ہماری پیش کردہ حدیث بھی صحیح ہے اور قرآن کے مطابق ہے اور اس عقیدہ پہ امت کا اجماع بھی ہے لہذا بقول امام اہل السنۃ کے اس حدیث کی

صحت میں کوئی کلام نہیں۔

### سوال نمبر 5:

اس حدیث کی سند میں روات مجروح اور ضعیف ہیں ایک راوی ازرق بن علی دوسرا راوی مستلم بن سعید جو انتہائی وہم کا مریض تھا۔

### جواب:

اس حدیث کو حضرات محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں نقل کیا اور اس کی تصحیح فرمائی ہے کما مر۔  
اس روایت کی تصحیح کا مطلب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اگر یہ راوی اتنے کمزور اور مجروح ہوتے تو ائمہ محدثین اس حدیث کو صحیح نہ فرماتے اور ویسے بھی ان دونوں راویوں کی توثیق ائمہ جرح و تعدیل نے کی ہے  
چنانچہ پہلے راوی ازرق بن علی کے بارے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "ذکرہ ابن حبان فی الثقات"

تہذیب التہذیب ج 1 ص 200

اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو صدوق لکھا ہے۔

تقریب التہذیب ص 21

معلوم ہوتا ہے یہ ازرق بن علی ثقہ راوی۔

دوسرے راوی مستلم بن سعید ہیں

ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "شیخ ثقة" اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں "صویلح" امام نسائی فرماتے ہیں "لاباس بہ"  
اور امام ابن حبان انکو ثقات میں لکھتے ہیں

(تہذیب التہذیب جلد 10 صفحہ 104)

لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

### سوال نمبر 6:

اس حدیث کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں منکر قرار دیا ہے۔

### جواب:

پہلے امام ذہبی کی عبارت دیکھیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو آپ فرماتے ہیں  
حجاج بن الأسود عن ثابت البنانی نكرة ما روى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد فأنتي بخبر منكر عنه عن أنس في أن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون رواه البيهقي

میزان الاعتدال ج 2 ص 199، 200

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں

1: حجاج مجہول الحال ہے مطلب اس کی توثیق منقول نہیں 2: حجاج مجہول العین ہے اس لئے کہ ان کا شاگرد صرف مستلم بن سعید ہے 3: ان دونوں کا نتیجہ روایت منکر ہے۔ اب ہر ایک شق کا جواب ملاحظہ فرمائیں

### شق نمبر 1:

حافظ ابن حجر عسقلانی امام ذہبی کے اعتراض نقل کر کے فرماتے ہیں " قال أحمد ثقة ورجل صالح وقال بن معين ثقة وقال أبو حاتم صالح الحديث وذكره ابن حبان في الثقات "

لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود

یعنی امام احمد حجاج کو ثقہ اور نیک آدمی کہتے ہیں امام یحییٰ بن معین ثقہ کہتے ہیں امام ابو حاتم ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ خود امام ذہبی سے بھی حجاج کی توثیق منقول ہیں "قال الذہبی حجاج ثقة"

(تلفیض علی المستدرک ج 4 ص 472)

تو جب ائمہ جرح و تعدیل سے ان کی توثیق مل گئی تو پھر وہ نکرہ یا مجہول کیسے رہے؟

## شق نمبر 2:

حافظ ابن حجر عسقلانی اس دوسری شق کے بارے فرماتے ہیں " روى عن ثابت وجابر بن زيد وأبي نصره وجماعة وعنه جرير بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عباد وآخرون "

لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود

یعنی حجاج کے اساتذہ میں ثابت بنانی، جابر بن زید، ابو نصرہ اور محدثین کی ایک جماعت شامل ہیں جبکہ اس کے شاگردوں میں مستلم کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جب حجاج سے روایت نقل کرنے والے مستلم بن سعید کے علاوہ اور روایت بھی ہیں تو امام ذہبی کا یہ گمان بھی محض وہم بن گیا کہ اس سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی مستلم بن سعید ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس وضاحت کے بعد حجاج بن اسود نہ تو مجہول العین رہا نہ ہی مجہول الحال لہذا امام ذہبی کا اعتراض ختم ہو گیا۔

## شق نمبر 3:

یہ شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے جب توثیق اور شاگرد مل گئے تو تیسری شق "روایت منکر ہے" والی خود بخود ختم ہو گئی۔ نیز اصول حدیث کی رو سے حدیث منکر وہ ہوتی ہے جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اس تعریف کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز منکر نہیں کیونکہ حجاج بن اسود ثقہ ہے ضعیف نہیں اور انہوں نے کسی ثقہ کے مخالف روایت بھی بیان نہیں کی تو اب ان کی روایت اصول حدیث کی روشنی میں منکر کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے کہ کسی ثقہ راوی تو کجا ضعیف سے ضعیف راوی سے بھی ایسی روایت منقول نہیں جس کا یہ مضمون ہو کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں نماز نہیں پڑھتے۔

## نوٹ:

امام ذہبی اور کا اپنا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے فرماتے ہیں

والنبي صلى الله عليه وسلم فمفارق لسائر أمته في ذلك، فلا يبلى، ولا تأكل الارض جسده، ولا يتغير ريحه، بل هو الآن، وما زال أطيب ريحا من المسك، وهو حي في هذه حياة مثله في البرزخ، التي هي أكمل من حياة سائر النبيين، وحياتهم بلا ريب أتم وأشرف من حياة الشهداء الذين هم بنص الكتاب (أحياء عند ربهم يرزقون) [آل عمران: 169]

سیر اعلام النبلاء ترجمہ وکیع بن الجراح

یعنی وفات کے بعد قبر اور برزخ میں نبی علیہ السلام کے احوال اور امت کے احوال میں فرق ہے نبی علیہ السلام کا جسد اطہر محفوظ رہتا ہے اسے زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی آپ کے جسد اطہر کی خوشبو برقرار رہتی ہے وہ اب بھی مشک و عنبر سے زیادہ معطر ہے اور حضور علیہ السلام اپنی لحد و برزخ میں

اس طرح زندہ ہیں کہ آپ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل ہے اور بلا شک و شبہ آپ کی حیات شہداء کی اس حیات سے بھی زیادہ کامل و اعلیٰ ہے جس پہ نص قرآنی موجود ہے

### سوال نمبر 7:

رواۃ سے قطع نظر کہ ان پر جرح ہے یہ روایت زیادہ سے زیادہ خبر واحد درجے کی بن سکے گی اور عقیدے میں خبر واحد کو پیش کرنا جہالت ہے یا علمی خیانت۔ اس لئے کہ عقیدہ قطعی ہوتا ہے اور اس کے اثبات کے لئے دلیل بھی قطعی ہونی چاہئے۔ اور قطعیہ دلائل تین قسم کے ہیں۔ قرآن کی واضح غیر محتمل آیات۔ حدیث متواترہ۔ اجماع صحابہ بسند صحیح۔

### جواب نمبر 1

روایت پہ ہونے والی جرح کا جواب اوپر آچکا ہے ہم محدثین سے اس حدیث کی صحت ثابت کر چکے ہیں رہی بات دلائل اور عقائد کی اقسام کی اس بارے علامہ عبد العزیز پرھاڑوی رحمہ اللہ 1239ھ فرماتے ہیں "ان المسائل الاعتقادیۃ قسبان احدہما مایکون المطلوب فیہ یقین۔۔۔ وثانیہما مایکتفی فیہا بالظن۔۔۔ والا کتفاء بالدلیل الظنی انما لایجوز بالاول بخلاف الثانی" النبراس شرح شرح العقائد ص 771

یعنی عقائد کی دو قسمیں ہیں ایک قطعی دوسرا ظنی قطعی کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے جبکہ ظنی کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ قطعی کا مطلب جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوا ماننے والا مسلمان نہ ماننے والا کافر ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی قرآن، حدیث متواترہ اور اجماع ضروری ہے۔ اور ظنی کا مطلب جس کی بنیاد پہ اہل السنۃ اہل بدعت کا فیصلہ ہوا ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی خبر واحد وغیرہ بھی کافی ہے۔ ہم منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر نہیں کہتے اس کا معنی یہ عقیدہ ضروریات اہل السنۃ میں سے ہے جس کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔

### جواب نمبر 2:

نیز اس عقیدہ پہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت بھی موجود ہے۔

### سوال نمبر 8:

حدیث پاک میں ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناو یعنی فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا اہتمام کیا کرو تو مطلب جہاں نماز عبادت وغیرہ ہو تو وہ قبرستان نہیں اور جہاں عبادت نہیں وہ قبرستان ہے اور مذکورہ روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نماز پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب وہ قبرستان نہیں۔

### جواب:

دونوں احادیث کا مصداق بالکل الگ ہے جس حدیث میں ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بناو اس میں گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور مراد اس عبادت سے عبادت تکلیفی ہے۔

اور جو قبر میں نماز کا ذکر ہے جس طرح موت کے بعد حیات الگ ہے اسی طرح اس میں کی جانے والی عبادت بھی الگ ہے جو بطور تلذذ ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

## حدیث نمبر 2:

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْتُ وَفِي رِوَايَةٍ هَذَا مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةً أُسْرِي فِي عِنْدِ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ.

(صحیح مسلم: ج 2 ص 268 کتاب الفضائل باب من فضائل موسی علیہ السلام، مسند احمد: ج 10 ص 388 رقم الحدیث 12149، سنن النسائی: ج 1 ص 242 کتاب قیام اللیل و تطوع النہار باب ذکر صلوة نبی اللہ موسی اکیم اللہ علیہ السلام، مسند ابی یعلیٰ: ص 643 رقم الحدیث 3325، مصنف عبد الرزاق: ج 3 ص 384 باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان: ص 125 رقم الحدیث 49، 50)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسی علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

## حدیث نمبر 3:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أُرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

(سنن ابی داؤد: ج 1 ص 286 کتاب المناسک باب زیارة القبور، مسند احمد: ج 9 ص 575 رقم الحدیث 1075، مسند اسحاق بن راہویہ: ص 204 رقم الحدیث 520، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 5 ص 245 باب زیارة قبر النبی ﷺ، شعب الایمان للبیہقی: ج 2 ص 217 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث 1581، المعجم الاوسط للطبرانی: ج 2 ص 226 رقم الحدیث 3092)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

## تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

- علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م 728ھ) مجموع الفتاویٰ: ج 27 ص 55 کتاب زیارة میں فرماتے ہیں:

❖ وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ.

ترجمہ: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

- امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 756ھ) شفاء السقام: ص 161 الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ کے تحت فرماتے

ہیں:

❖ هذا اسناد صحيح.

ترجمہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

- حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج 3 ص 674 تحت الآیہ: ان اللہ و ملکته یصلون میں فرماتے

ہیں:

❖ وصحة النووي في الاذکار.

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب ”الاذکار“ میں صحیح قرار دیا ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) فتح الباری: ج 6 ص 596 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب

مریم میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

✱ ورواہ ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

• علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) وفاء الوفاء ج 4 ص 1349 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلة الزیارة کے تحت فرماتے ہیں:

✱ وروی ابو داود بسند صحیح..... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

ترجمہ: امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

• علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1122ھ) شرح المواہب للزرقانی: ج 8 ص 308 میں فرماتے ہیں: باسناد صحیح۔

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

• علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م 1352ھ) عقیدۃ الاسلام: ص 120 میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے

ہیں: رواہ ثقات۔

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

• شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1369ھ) نے فتح الملہم: ج 1 ص 330 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ میں اس

حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ ورواہ ثقات

### ”ردِ روح“ کا مطلب:

اس حدیث میں ”ردِ روح“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطا فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1: علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م 1070ھ) السراج المنیر: ج 3 ص 278 میں فرماتے ہیں:

(الارد اللہ علی روحی) ای رد علی نطقی لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی دائماً وروحہ لا تفارقه لان الانبیاء احياء فی قبورہم

ترجمہ: حدیث ”الْأَرَدَ اللَّهُ عَلَى رُوحِي“ میں ”ردِ روح“ سے مراد قوت گویائی کا عطا ہونا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں

اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

2: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) نشر الطیب: ص 200 اٹھائیسویں فصل کے تحت فرماتے

ہیں:

اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افادہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو ”ردِ روح“ سے تعبیر فرمادیا۔

3: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م 1377ھ) کے مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول ص 248 میں ہے، آپ

فرماتے ہیں:

(الف): ابو داؤد کی روایت میں ”رَدَّ اللَّهُ عَلَى رُوحِي“ فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّدَّ اللَّهُ عَلَى رُوحِي حَتَّى

اُسَلَّمَ عَلَیْهِ اَوْ کَمَا قَالَ“ اگر لفظ ”اِلَیَّ رُوِجِ“ فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا تھا، ”اِلَی“ اور ”علی“ کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، ”علی“ استعلاء کے لئے ہے اور ”اِلَی“ نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ و سلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعلمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

(ب): اگر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ”علی“ اور ”اِلَی“ میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرون نماز اور بیرون نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوام حیات لازم آئے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1417ھ) معارف الحدیث: ج 5 ص 238 ص 239 پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث کے ظاہری الفاظ ”اَللّٰہُ عَلَیَّ رُوِجِ“ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسد اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے ”رِدِّ روح“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ و التفات کو ”رِدِّ روح“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

### حدیث نمبر 4:

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبِضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصُّعْقَةُ فَأَكْثَرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعَرِّضُ صَلَاتَنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ قَالَ: يَقُولُونَ بَلَيَّتْ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَزَمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.

(سنن ابی داؤد: ج 1 ص 157 باب تفریع ابواب الجمعة، سنن النسائی: ج 1 ص 204 باب اکثر الصلوة علی النبی ﷺ یوم الجمعة، سنن ابن ماجہ: ص 76 باب فی فضل الجمعة، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 3 ص 248، 249 باب ما یومر بہ فی لیلة الجمعة، مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 516 باب فی ثواب الصلوة علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل: ج 12 ص 474 رقم الحدیث 16107، المستدرک للحاکم: ج 1 ص 569 باب الامر بکثرة الصلاة فی الجمعة رقم الحدیث 1068، صحیح ابن خزيمة: ج 2 ص 839 باب فضل الصلاة علی النبی ﷺ یوم الجمعة، صحیح ابن حبان: ص 350 رقم الحدیث 910)

**ترجمہ:** حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

### فائدہ:

اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلق روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہو گا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

### تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

- امام ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) المستدرک للحاکم: ج 1 ص 569 باب الامر بکثرة الصلاة فی الجمعة رقم الحدیث 1068 میں فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط البخاري.

**ترجمہ:** یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

- امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 676ھ) کتاب الاذکار: ص 150 کتاب الصلاة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجه بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضي الله عنه الخ.

**ترجمہ:** سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ علیہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں۔)

- علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد البہادی الحنبلی (م 744ھ) الصارم المنکی: ص 184 میں فرماتے ہیں:



عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كلبي حاتم بن حبان، والمافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بيّنة.

**ترجمہ:** حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

• علامہ نمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م 748ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔  
(تخصیص علی المستدرک: ج 1 ص 569 باب الامر بکثرة الصلاة... رقم الحدیث 1068)

• حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ (م 751ھ) جلاء الافہام: ص 39 رقم الحدیث 62 کے تحت فرماتے ہیں:

ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم۔

**ترجمہ:** جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

• حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م 774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج 3 ص 673 تحت الآیة: ان الله و ملائکته یصلون میں فرماتے ہیں:

وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني، والنووي في الأذکار۔

**ترجمہ:** اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دارقطنی اور امام نووی نے اپنی کتاب ”کتاب الاذکار“ میں صحیح قرار دیا ہے۔

• حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) فتح الباری: ج 11 ص 200 باب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند أحمد وأبي داود وصححه ابن حبان والمحاكم۔

**ترجمہ:** حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

• شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1052ھ) مدارج النبوة: ج 2 ص 920 میں فرماتے ہیں:

در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شام معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ بحجر بقاء ارواح۔

**ترجمہ:** صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ”جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے“، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

• شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1369ھ) فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج 2 ص 498 باب ما جاء فی الصلوة علی القبر کے تحت رقم طراز ہیں:

وهو حي في قبرة الشريفة ولحوم الانبياء عليهم السلام حرام على الارض كما ورد به الاثر۔

**ترجمہ:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

• امام اہل السنن مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م 1430ھ) تسکین الصدور ص 302 پر فرماتے ہیں:

اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

### حدیث نمبر 5:

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكثرُوا الصلاة على يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهد البلائكة. وإن أحدًا لم يصلي على إلا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت). إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبى الله حي يرزق).

(سنن ابن ماجہ: ص 118 کتاب الجنائز باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم)

**ترجمہ:** حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

### تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

حافظ ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری رحمۃ اللہ علیہ (م 656ھ) الترغیب والترہیب: ج 2 ص 328 الترغیب فی اکثر الصلاة علی

النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت فرماتے ہیں:

✽ رواہ ابن ماجہ بأسناد جید۔

**ترجمہ:** اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن أحمد ابن الملقن الشافعی رحمہ اللہ (م 804ھ) البدر المنیر: ج 5 ص 288 تحت الحدیث الخامس بعد الخمسين میں رقم طراز ہیں:

✽ وإسناده حسن۔

**ترجمہ:** اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) تہذیب التہذیب ج 2 ص 537 تحت ترجمة زيد بن ايمن میں رقم طراز ہیں:

✽ رجاله ثقات۔

**ترجمہ:** اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م 911ھ) وفاء الوفاء: ج 4 ص 1353 الفصل الثاني في بقية ادلة الزيارة میں فرماتے ہیں:

✽ رواه ابن ماجه بأسناد جید۔

سلطان الحدیث ملا علی قاری رحمہ اللہ (م 1014ھ) مرآة المفاتيح: ج 2 ص 112 باب الجمعة الفصل الثالث میں فرماتے ہیں:

✽ بإسناد جید نقله ميرك عن المنذري وله طرق كثيرة۔

**ترجمہ:** اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م 1070ھ) السراج المنیر: ج 1 ص 290 میں فرماتے ہیں:  
 ☆ ورجالہ ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م 1250ھ) نیل الاوطار: ج 3 ص 263 باب فضل یوم الجمعة و ذکر ساعۃ الاجابۃ میں لکھتے ہیں:  
 ☆ وقد أخرج ابن ماجة بإسناد جيد۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م 1122ھ) شرح المواهب اللدنیۃ: ج 5 ص 336 میں فرماتے ہیں:  
 ☆ رواہ ابن ماجة برجال ثقات۔

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن عبد الہادی سندھی رحمہ اللہ (م 1138ھ) شرح سنن ابن ماجہ: ج 3 ص 310 تحت رقم الحدیث 1627 میں فرماتے ہیں:  
 ☆ هَذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ۔

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

• شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م 1329ھ) شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود شرح سنن ابی داؤد:

ج 1 ص 261 باب فضل یوم الجمعة و لیلۃ الجمعة کے تحت لکھتے ہیں:

رواہ ابن ماجة بإسناد جيد وله طرق كثيرة۔

ترجمہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

• امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م 1430ھ) تسکین الصدور: ص 319 میں فرماتے ہیں:

”اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔“

### حدیث نمبر 6:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ۔

(سنن النسائی: ج 1 ص 189 باب التسليم على النبي ﷺ، مسند احمد: ج 3 ص 536 رقم الحدیث 3666، مصنف ابن ابی شیبہ: ج 6 ص 44 باب فی ثواب الصلاة على النبي ﷺ، مشکوٰۃ المصابیح: ص 86 باب الصلاة على النبي، الخصائص الکبریٰ: ج 2 ص 489 باب حیاته ﷺ فی قبره، المستدرک للحاکم: ج 3 ص 197 فضائل الصلاة على النبي، مصنف عبد الرزاق: ج 2 ص 141 باب الصلاة على النبي ﷺ، صحیح ابن حبان: ج 3 ص 351 رقم الحدیث 914، مسند ابی یعلیٰ موصلی: ص 951 رقم الحدیث 5210)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

### تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین: ج 3 ص 197 فضائل الصلاة على النبي ﷺ وسلم کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

☆ صحيح الإسناد۔

ترجمہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

علامہ محمد بن احمد ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ (م 744ھ) اپنی کتاب الصارم المنکی: ص 202 فرماتے ہیں:

✽ رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرہما من طرق مختلفة بأسانید صحيحة۔

ترجمہ: اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (م 748ھ) نے بھی اپنی کتاب تلخیص علی المستدرک: ج 3 ص 197 فضائل الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔

✽ صحیح

علامہ نور الدین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج 8 ص 595 باب ما یحصل لامته من استغفاره بعد وفاته کے تحت فرماتے ہیں:

✽ رواہ البزار ورجاله رجال الصصحیح۔

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

امام محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) القول البدیع: ص 159 الباب الرابع کے تحت رقمطراز ہیں:

✽ رواہ احمد والنسائی والدارمی وابو نعیم والبیہقی والخلعی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال صحیح الاسناد۔

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابو نعیم، امام بیہقی، امام خلعی نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس روایت کو اپنی اپنی ”صحیح“ میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م 1070ھ) السراج المنیر: ج 1 ص 518 میں فرماتے ہیں:

✽ حدیث صحیح۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م 1239ھ) اپنے فتاویٰ عزیزی: ج 2 ص 29 میں فرماتے ہیں:

✽ نزد احمد و نسائی ہر آئینہ خدائے رافرشگانند سیر کنندگان در زمین میرسانند مر از امت من سلام را و تو از رسیدہ ایں معنی الخ

ترجمہ: امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں“ اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

### حدیث نمبر 7:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى عَلَى عِنْدَ قَبْرِي سَمِعَتْهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَى نَائِيٍّ أُلْبِغْتُهُ"

(مشکوٰۃ المصابیح: ص 87 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی: ج 2 ص 218 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ و

توقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم: ص 22، القول البدیع للسخاوی: ص 160 الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی: ص 104، کتاب ثواب الاعمال لابن الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح

الباری: ج 13 ص 279)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے

میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

## تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) فتح الباری ج: 6 ص: 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم کے تحت فرماتے ہیں:

❖ واخرج ابوالشیخ فی کتاب الثواب بسند جید۔

ترجمہ: محدث ابوالشیخ اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م 902ھ) نے القول البدیع ص: 160 الباب الرابع میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) المرقاة شرح مشکوٰۃ ج: 4 ص: 22 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا کے تحت فرماتے ہیں:

❖ ورواہ ابوالشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید

ترجمہ: ابوالشیخ اصہبانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م 1369ھ) نے اس حدیث کے متعلق فتح الملہم ج: 1 ص: 330 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں فرمایا ہے:

❖ سندہ جید

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (1307ھ) اس روایت کو اپنی کتاب ”ذلیل الطالب“ کے ص: 844 میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔ مولانا غلام اللہ خان (1400ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدّی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: قال میرک نقلًا عن الشیخ ورواہ ابوالشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص: 48 اکتوبر 1967ء)

امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م 1430ھ) تسکین الصدور ص: 328 میں فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق و تضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

## حدیث نمبر 8:

عن عطاء مولیٰ أم حبیبۃ قال: سمعت أباہریرۃ یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیہبطن عیسیٰ ابن مریم حکماً عدلاً وإماماً مقسطاً ویسلکن فجاً حاجاً أو معتمراً أو بنیتہما ولیأتین قبری حتی یسلم علیّ ولأردن علیہ یقول أبوہریرۃ: أی بنی أخی إن رأیتموہ فقولوا أبوہریرۃ یقرئک السلام۔

(المستدرک للحاکم ج: 3 ص: 489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم، مسند ابی یعلیٰ ص: 49 رقم الحدیث 6577، مجمع الزوائد ج: 8 ص: 387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ ج: 2 ص: 490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل،

فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابو ہریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

**فائدہ:**

اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوٰۃ و سلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

**تصحیح حدیث:**

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م 405ھ) اسے اپنی کتاب المستدرک: ج 3 ص 489، 490 میں ذکر نبی اللہ و روحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت نقل فرماتے ہیں:

❖ هذا حديث صحيح الإسناد۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م 748ھ) بھی تلخیص علی المستدرک ج 3 ص 489، 490 میں ذکر نبی اللہ و روحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج 8 ص 387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام میں فرماتے ہیں:

❖ رواه أبو يعلى و رجاله رجال الصحيح۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) نے الجامع الصغیر: ج 2 ص 260 رقم الحدیث 7742 کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

## اجماع امت

1. امام محمد بن عبد الرحمن سخاوی ت 902ھ فرماتے ہیں: ونحن نؤمن ونصدق بأنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره وان جسده الشريف لا تاكله الارض والاجماع على هذا۔

(القول البدیع ص: 172)

ترجمہ: ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔

2. حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ (ت 1052ھ) فرماتے ہیں:

باید حیات انبیاء متفق علیہ است هیچ کس را در روئے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔ (اشعۃ اللمعات: ج 1 ص 574)

ترجمہ: یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہل حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اور روحانی۔

3. مولانا رشید احمد گنگوہی ت 1322ھ فرماتے ہیں انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص: 173)

4. حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ت 1362ھ فرماتے ہیں: بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔

(اشرف الجواب ص: 321 و فی نسخہ ص: 225)

5. مولانا محمد ادریس کاندھلوی (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔

(سیرۃ المصطفیٰ: ج 3 ص 129)

6. حضرت مولانا مفتی محمود (ت 1400ھ) فرماتے ہیں:

یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔  
القول النقی فی حیات النبی 32

## اکابر علمائے دیوبند

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (ت 1297ھ) فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔

(لطائف قاسمیہ: ص 3)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (ت 1322ھ) فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں ونبی اللہ حی یرزق، اس مضمون حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ ”آب حیات“ میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔

(ہدایۃ الشیعہ: ص 49)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (ت 1339ھ) فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر ”انوار المحمود“ میں ہے:

انہم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل حیة الانبیاء علیہم السلام متفق علیہا لا خلاف لاحد فیہ

(انوار محمود شرح سنن ابی داؤد: ج 1 ص 610)

ترجمہ: حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مولانا غلیل احمد سہارنپوری (ت 1346ھ) فرماتے ہیں:

آپ سنن ابی داؤد کی شرح ”بذل الجہود“ میں لکھتے ہیں:

ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احياء فی قبورہم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابہا کما لا فرق بین حضورہ و غیبتہ

فی زمان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بذل الجہود شرح سنن ابی داؤد: ج 2 ص 117 باب التہجد)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

آپ اپنی کتاب ”عقیدۃ الاسلام“ کے حاشیہ ”تحیۃ الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

یرید بقولہ (الانبياء احياء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط

(تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام: ص 119)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: ”انبياء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ت 1362ھ فرماتے ہیں:

وقد حرم الله جسده على الارض و احياءه في قبره كسائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام۔

(بوادر النوادر: ص 451)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: ”ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق“ (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔)

(اشرف الجواب: ص 318، 319)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (ت 1369ھ) فرماتے ہیں:

الانبياء احياء عند ربهم یرزقون۔

(فتح الملہم: ج 1 ص 330 باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی (ت 1372ھ) فرماتے ہیں:

”انبياء کرام علیہم صلوات اللہ جمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔“

(کفایت المفتی ج 1 ص 80 دار الاشاعت)

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی ت 1377ھ فرماتے ہیں:

مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ



علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول: ص 153)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع ت 1396ھ فرماتے ہیں:

تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔

(معارف القرآن: ج 7 ص 177، ص 178 تحت سورة الاحزاب آیت نمبر 46)

مولانا محمد عبد اللہ بھلوی (ت 1398ھ) فرماتے ہیں:

ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم، ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔

(القول النقی: ص 29)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ت 1402ھ لکھتے ہیں:

اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبياء احياء في قبورهم يصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔

(فضائل درود شریف: ص 34)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی (ت 1403ھ) فرماتے ہیں:

برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف و مشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوة و سلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن و سنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متواتر رہا ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام: ج 7 ص 181)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید (ت 1413ھ) فرماتے ہیں:

”الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں

اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔“

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 1 ص 295)

مولانا منظور احمد نعمانی (ت 1417ھ) فرماتے ہیں:

سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

(معارف الحدیث: ج 5 ص 280)

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر (ت 1430ھ) ایک عنوان: ”عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا“ کے تحت لکھتے ہیں:

”بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً 1374ھ تک اہل السنۃ والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ و سلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ و سلام کا سماع نہیں فرماتے۔“

(تسکین الصدور: ص 290)